حضرت شاہ ولی اللہ کے عہد کے سیاسی حالات

ابو سلمان شاہجہانپوری

(۳)

اس سے پہلے مضمون میں[1] ہم نے "عہد شاہ ولی اللہ کے سیاسی حالات" کی جو کہانی سنائی تھی، اس کی ترتیب میں تاریخ کے عام کتابوں، تذکروں اور دیگر مضامین سے کام لیا گیا تھا۔ آج کی صحبت میں ہم اس حکایت خونچکاں اور اس عہد فتن کے سیاسی حالات کو حضرت شاہ صاحب ہی کے الفاظ میں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے وہ کتابی مطالعہ و تحقیق کا حاصل نہیں بلکہ اسی عہد اور ان حالات کی کہانی ہے جس میں وہ خود موجود تھے۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ ان کا ذاتی مشاہدہ اور آنکھوں دیکھا حال ہے بلکہ بعض حالات و واقعات کے بیان کو ان کی آپ بیتی قرار دیا جا سکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب سے قبل ہندوستان کی سیاسی تقسیم

احمد شاہ ابدالی کے نام ایک خط میں جب حضرت شاہ صاحب نے اسے ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تو اسے ہندوستان کی سابقہ سیاسی تقسیم اور حالات بھی تحریر فرمائے تاکہ اسے حالات کے صحیح پس منظر میں شاہ صاحب کے عہد کے حالات سمجھنے اور صحیح فیصلہ

---

[1] ملاحظہ ہو الرحیم جولائی ۶۶ء

تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"جاننا چاہیئے کہ ملک ہندوستان ایک وسیع ملک ہے۔ قدیم اسلامی بادشاہوں نے بڑی مدت میں بڑی جدوجہد کے بعد کئی دفعہ میں جاکر اس ولایت کو فتح کیا ہے۔ علاوہ دہلی کے جو صاحب اقتدار بادشاہوں کا مستقر رہی ہے۔ ہر علاقہ میں علیحدہ علیحدہ فرمانروا تھے مثلاً گجرات، احمدآباد کا علاقہ ایک علیحدہ حکمراں سے تعلق رکھتا تھا۔ ٹھٹھہ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ بنگالہ ایک اور حاکم کے زیر حکومت تھا۔ اودھ جدا ایک شخص کے زیر اقتدار تھا، جس کو سلطان الشرق یعنی پورب کا بادشاہ کہتے تھے۔ ملک دکن پانچ حسب ذیل سلطنتوں کا مجموعہ تھا۔

۱۔ برہان پور۔ ۲۔ برار۔ ۳۔ اورنگ آباد، ۴۔ حیدرآباد اور ۵۔ بیجاپور۔ ان پانچ سلطنتوں میں سے ہر سلطنت ایک جداگانہ مستقل بادشاہ تھا۔ مالوہ کا بھی حکمراں علیحدہ تھا اور ان تمام مذکورہ علاقہ جات میں سے ہر ایک علاقہ کا بادشاہ مستقل طور پر صاحب فوج اور صاحب خزانہ ہوتا تھا۔ ہر ایک بادشاہ نے اپنی اپنی مملکت میں مسجدیں تعمیر کرائیں، مدرسے قائم کئے۔ عرب و عجم کے مسلمان اپنے اپنے وطنوں سے منتقل ہوکر ان علاقوں میں آئے۔ اور یہاں اسلام کی ترویج و اشاعت کا باعث بنے۔ اس وقت تک ان لوگوں کی اولاد اسلام کے طور طریقے پر قائم ہے۔ ایک اور ملک بھی ہے جو کبھی کسی بادشاہ اسلام کے قبضہ میں نہیں آیا اور وہ اپنے خالص غیر مسلمانہ طریقہ پر باقی رہا۔ اتنا ضرور ہوا کہ بادشاہ ان راجاؤں سے جو ان کے حدود میں تھے، خراج لیا کرتے تھے۔ یہ ملک جس کا تذکرہ ہو رہا ہے، راجپوتانہ کا ملک ہے۔ اس ملک کا طول حدود ٹھٹھہ سے لے کر حدود بنگالہ و بہار تک چالیس منزل ہے۔ اور عرض دہلی و آگرہ سے لے کر گجرات و اُجین کی حد تک بیس منزل ہے یہی وہ باوسعت ملک ہے جو کبھی ملوک اسلامیہ کی نشست گاہ نہیں بنا۔ قصہ مختصر بادشاہان مغلیہ نے راجپوتوں سے معاہدہ کر لیا اور اس گروہ کو اپنا ماتحت قرار دے کر ان کی مخالفت سے مامون و محفوظ ہو گئے۔ اور جنگ سے دست کشی اختیار کر لی ہے[1]"

(صفحہ ۹۷ - ۹۹) (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس سیاسی پس منظر کے ضروری حد تک بیان کے بعد مرہٹوں اور جاٹوں کے مظالم بیان کرتے ہیں جن کی وجہ سے ہندوستان کا امن تہ و بالا ہو گیا تھا عوام جن کی لوٹ کھسوٹ سے لرزہ براندام رہتے تھے اور ہندوستان کی مسلمان حکومت جن کے مظالم کے استیصال سے عاجز تھی۔ مرہٹوں کے بارے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"غیر مسلموں میں ایک قوم مرہٹہ نامی ہے کہ ..... ان کا ایک سردار ہے اس قوم نے کچھ عرصہ سے اطراف دکن میں سر اٹھایا ہے اور تمام ملک ہندوستان پر اثر انداز ہے شاہان مغلیہ میں سے بعض کے بادشاہوں نے عدم دوراندیشی، غفلت اور اختلاف فکر کی بنا پر ملک گجرات مرہٹوں کو دے دیا۔ پھر اسی سست اندیشی اور غفلت کی وجہ سے ملک مالوہ بھی ان کے سپرد کر دیا۔ اور ان کو وہاں کا صوبہ دار بنا دیا۔ رفتہ رفتہ قوم مرہٹہ قوی تر ہو گئی اور اکثر بلاد اسلام ان کے قبضہ میں آ گئے۔ مرہٹوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں سے باج لینا شروع کر دیا اور اس کا نام چوتھ (یعنی آمدنی کا چوتھا حصہ) رکھا۔

دہلی اور نواح دہلی میں مرہٹوں کا تسلط اس وجہ سے نہ ہو سکا کہ دہلی کے رؤسا بادشاہان قدیم کی، اور یہاں کے وزراء اور امراء نے امرائے قدیم کی اولاد ہیں۔ ناچار مرہٹوں نے ان لوگوں سے یک گونہ مروت کا معاملہ رکھتے ہوئے عہد و پیمان کر لیا۔ اور رواداری کا سلسلہ جاری کر کے طرح طرح کی چاپلوسی سے دہلی والوں کو اپنی طرف سے امن وامان دے کر چھوڑ دیا۔ دکن پر بھی مرہٹوں کا قبضہ اسی بنا پر

(لہ بقیہ حاشیہ) اس مضمون میں شاہ صاحب کے مکاتیب کے تمام اقتباسات شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات" مرتبہ خلیق احمد نظامی سے لئے گئے ہیں۔

نہ ہو سکا کہ نظام الملک مرحوم کی اولاد نے بڑی بڑی تدبیریں کیں۔ کبھی مرہٹوں کے درمیان میں پھوٹ ڈلوادی، کبھی انگریزوں کو اپنا رفیق بنالیا اور برہان پور، اورنگ آباد، بیجاپور جیسے بڑے بڑے شہروں پر اولاد نظام الملک قابض رہی، البتہ اطراف و نواحی کو مرہٹوں کے لئے چھوڑ دیا۔ المختصر سوائے دہلی و دکن کے خالص طور پر مرہٹوں کا تسلط ہے۔ قوم مرہٹہ کا شکست دینا آسان کام ہے۔ بشرطیکہ غازیان اسلام کمر ہمت باندھ لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم مرہٹہ خود قلیل ہیں لیکن ایک گروہ کثیر ان کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس گروہ میں سے ایک صف کو بھی اگر درہم برہم کر دیا جائے تو یہ قوم منتشر ہو جائے گی۔ اور اصل قوم اسی شکست سے ضعیف ہو جائے گی، چونکہ یہ قوم قوی نہیں ہے۔ اس لئے اس کا تمام تر سلیقہ ایسی کثیر فوج جمع کرنا ہے جو چیونٹیوں اور ٹڈیوں سے بھی زیادہ ہو دلاوری اور سامان حرب کی بہتات ان کے یہاں نہیں ہے۔ الغرض قوم مرہٹہ فتنہ ہندوستان کے اندر بہت بڑا فتنہ ہے" ص۱۰۱

جاٹوں کے بارے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"غیر مسلموں میں ایک قوم جاٹ ہے جس کی بود و باش دہلی و آگرہ کے درمیان ہے یہ دونوں شہر بادشاہوں کے لئے دو حویلیوں کی مانند رہے ہیں۔ مغل بادشاہ کبھی آگرہ میں رہتے تھے تاکہ ان کا دبدبہ اور رعب راجپوتانہ تک پڑے اور کبھی دہلی میں فروکش ہوتے تھے تاکہ ان کی شوکت و ہیبت سرہند اور نواحی سرہند تک اثر ڈالے۔ دہلی و آگرہ کے درمیان کے مواضعات میں قوم جاٹ کاشتکاری کرتے تھے۔ زمانہ شاہجہاں میں اس قوم کو حکم تھا کہ گھوڑوں پر سوار

نہ ہوں۔ بندوق اپنے پاس نہ رکھیں اور اپنے لئے گڑھی نہ بنائیں۔
بعد کے بادشاہوں نے رفتہ رفتہ ان کے حالات سے غفلت اختیار کر لی اور اس قوم نے فرصت کو غنیمت جان کر بہت سے قلعے تعمیر کر لئے۔ اور اپنے پاس بندوق رکھ کر بٹ ماری کا طریقہ شروع کر دیا
اورنگ زیب اس وقت دکن میں قلعہ بیجاپور و حیدرآباد کے فتح کرنے میں مشغول تھا۔ دکن ہی سے ایک فوج جاٹوں کی تادیب کے لئے اس نے روانہ کی اور اپنے پوتے کو فوج کا سردار مقرر کیا۔
رئیسان راجپوتانہ نے اس شہزادے سے مخالفت کر لی۔ لشکر میں اختلاف واقع ہوا۔ جاٹوں کی تھوڑی سی عاجزی پر اکتفا کر کے فوج بادشاہی واپس ہو گئی۔
محمد فرخ سیر کے زمانہ میں اس جماعت کی شورش پھر جوش میں آئی قطب الملک وزیر نے زبردست فوجیں ان کی طرف بھیجیں۔ چوڑامن جو اس قوم کا سردار تھا بعد جنگ صلح پر راضی ہو گیا۔ اس کو بادشاہ کے سامنے لائے اور تقصیرات کی معافی دلوائی۔ یہ کام بھی خلاف مصلحت عمل میں آیا۔
پھر عہد محمد شاہ میں اس قوم کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی۔ اور چوڑامن کا چچازاد بھائی سورج مل اس جماعت کا سردار ہو گیا اور فساد کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ شہر بیانہ جو کہ اسلام کا قدیم شہر تھا اور جہاں علماء و مشائخ سات سو سال سے اقامت پذیر تھے اس شہر پر قہراً و جبراً قبضہ کر کے مسلمانوں کو ذلت اور خواری کے ساتھ وہاں سے نکال دیا۔ اس کے بعد سے سرکشی برابر بڑھتی گئی۔ بادشاہوں اور امیروں کے اختلافات و غفلت کی بناء پر کوئی بھی اس جانب متوجہ نہ ہوا۔ اگر بالغرض ایک امیر

اس کی تنبیہ کا قصد کرے تو سورج مل کے کارکن دوسرے امراء کی جانب رجوع کرتے ہیں اور اس طرح بادشاہ کے مشورے کو پلٹ دیتے ہیں۔ پسر محمد شاہ کے عہد میں صفدر جنگ ایرانی نے خروج کیا اور سورج مل سے سازش کر کے پرانی دہلی پر حملہ کر دیا اور تمام باشندگان شہر کہنہ کو لوٹ لیا۔ پسر محمد شاہ نے شہر کے دروازوں کو بند کر کے جنگ توپ خانہ شروع کی محض خدا کے فضل سے صفدر جنگ اور سورج مل دو تین ماہ کے بعد ناکامیاب واپس ہوئے اور صلح و موافقت کی داغ بیل ڈالی۔ چونکہ بادشاہ کے آدمی جنگ سے تھک چکے تھے اس لئے انہوں نے صلح کو غنیمت شمار کیا۔ اس کے بعد سورج مل کی شوکت ترقی پاگئی۔ دہلی کے دو کوس کے فاصلے سے لے کر آگرہ کے آخر تک طول میں اور میوات کے حدود سے فیروز آباد و شکوہ آباد تک عرض میں سورج مل قابض ہو گیا۔
کسی کی طاقت نہیں کہ وہاں اذان و نماز جاری کر سکے۔
ایک سال ہوا کہ قلعہ الور جو کہ تمام میوات کی خبر گیری کے لئے ایک جائے بلند تھی، سورج مل اس کو بھی اپنے قبضہ میں لے آیا۔ ارکان سلطنت میں سے کسی کی مجال نہ ہوتی کہ وہ اس کام سے روک دیتا۔"

مضمون کی پچھلی قسط میں جاٹوں کے بارے میں مفصل بیان کیا جا چکا ہے کہ مغلیہ حکومت کی کمزوری نے اور صفدر جنگ کی سازش نے انہیں ہمت دلائی کہ دہلی پر حملہ کریں اور لوٹیں۔ حضرت شاہ صاحب کے خط کا جو اقتباس اوپر دیا گیا ہے، اس سے صاف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امراء کے آپس کے اختلافات اور غفلت نے جاٹوں کی قوت و شوکت میں اور بھی اضافہ کیا۔ سورج مل کا دہلی پر حملہ صفدر جنگ کی غداری اور عاقبت نااندیشی کا نتیجہ تھا اور پرانی دلی کی لوٹ کھسوٹ کا الزام سورج مل کو دیا جائے تو اس جرم میں صفدر جنگ بھی برابر کا شریک تھا۔ جاٹوں کے ظلم و ستم کے ہاتھوں دلی پر جو بیتی اور جس طرح لوٹ کھسوٹ کی گئی حضرت شاہ صاحب کے خط بنام جاراللہ میں جامع تذکرہ موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

دہلی میں ایک حادثۂ عظیم واقع ہوا۔ قوم جاٹ نے دہلی کے شہر کہنہ کو لوٹا اور حکومت اس فساد و شرارت کو دفع کرنے سے عاجز رہی۔ انہوں نے مال لوٹے، عزت و ناموس کو برباد کیا اور مکانات کو آگ لگائی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بمعہ اہل و عیال و مال و مکانات کے ان کے دست ستم سے محفوظ رکھا....

یہ لوٹ مار کا حادثہ اوائل رجب سنہ ۱۱۶۱ھ میں ہوا۔ اور آخر شعبان تک باقی رہا۔" ص ۱۵۳

احمد شاہ ابدالی کے نام خط میں شاہ صاحب نے صرف مرہٹوں اور جاٹوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ ایک تیسرے فتنہ سے غافل تھے۔ ابدالی کے نام خط میں مرہٹوں اور جاٹوں کے بڑے فتنوں کے تذکیسے کے بعد ضرورت نہ تھی کہ سکھوں کا بیان بھی کیا جاتا۔ لیکن ہندوستان میں جو لوگ حالات کی اصلاح کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے ان کو وہ برابر اس جانب توجہ دلاتے رہے کہ جب تک یہ تینوں فتنے مٹ نہیں جاتے امن و امان کے قیام اور حالات کی درستگی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ نجیب الدولہ کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہندوستان میں تین فرقے شدت و صلابت کی صفت سے موصوف ہیں جب تک ان تینوں کا استیصال نہ ہوگا نہ کوئی بادشاہ مطمئن ہو کر بیٹھے گا، نہ امراء چین سے بیٹھیں گے اور نہ رعیت خاطر جمعی سے زندگی بسر کر سکے گی۔

دینی و دنیاوی مصلحت اس میں ہے کہ مرہٹوں سے جنگ جیتنے کے بعد فوراً قلعہ جات جٹ کی جانب متوجہ ہو جائیں اور اس مہم کو بھی برکات غیبیہ کی مدد سے آسانی کے ساتھ سر کر لیں اس کے بعد نوبت سکھوں اس جماعت کو بھی شکست دینی چاہیئے اور رحمت الٰہی کا منتظر رہنا چاہیئے۔" (ص ۱۱۸ - ۱۱۹)

حضرت شاہ صاحب نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی تو اس میں

ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ کھینچ کر محض حصول ثواب کے لئے ہندوستان آنے اور مسلمانوں کو مرہٹوں اور جاٹوں کے مظالم سے نجات دلانے کی درخواست نہیں کی بلکہ اس درخواست میں انسانی نفسیات کا بھی انھوں نے خیال رکھا ہے۔ یعنی ہندوستان کی اقتصادی حالت کا نقشہ کھینچا ہے اور لکھا ہے کہ اگر آپ ہمت مبارک کو اس جانب متوجہ فرمائیں تو اس میں ثواب اخروی ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی بے شمار غنیمتیں حاصل ہوں گی۔ شاہ صاحب نے جن الفاظ میں ہندوستان کی اقتصادی حالت کا نقشہ کھینچا ہے اس سے مسلمانوں کی زبوں حالی کا عالم بھی آشکارا ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"ہندوستان کے محصولات سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں ہیں بشرطیکہ غلبہ وشوکت موجود ہو۔ ورنہ ایک کوڑی بھی ملنی مشکل ہے جیسا کہ اس وقت دیکھا جا رہا ہے۔ جس علاقہ پر جاٹ قابض ہیں وہ ایک کروڑ روپیہ محصول کی جگہ ہے۔ راجپوتانہ کا علاقہ اپنی وسعت کے باعث دو کروڑ روپیہ سے کم آمدنی کا نہیں ہے۔ بشرطیکہ ہر راجہ پر خراج مقرر کیا جائے۔ عہد محمد شاہ میں بنگالہ سے ہر سال ایک کروڑ کی آمدنی تھی۔ اور وہاں کا صوبہ دار ہمیشہ بلا توقف بھیجتا رہتا تھا۔ اس رقم کی ادائیگی کے باوجود صوبہ دار بنگالہ ہندوستان کے امراء میں انتہائی مالدار امیر تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی کہ بنگالہ میں بے انتظامی ہے۔ اور وہاں ایک بے وقوف ناواقف کار نوجوان یعنی ناظم قدیم کا پوتا مسلط ہے پھر بھی وہ نوجوان خزائن بے شمار کا مالک ہے۔ سعادت خاں ایرانی اور اس کے بعد اس کا داماد صفدر جنگ صوبہ اودھ پر قابض تھے۔ دو کروڑ اس صوبے سے وصول کرتے تھے، ایک کروڑ خرچ کرتے تھے اور ایک کروڑ جمع کرتے تھے۔ اسی مالداری نے صفدر جنگ کے اندر بادشاہ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔ جاٹ کی شوکت کو درہم برہم کرنا بھی تدبیر کے نزدیک آسان کام ہے۔ انہوں نے جو علاقے اپنے قبضے

کر لئے ہیں وہ ان کے نہیں ہیں بلکہ غصب کئے ہوئے ہیں ان کے مواضع کے مواضع کے مالک ابھی تک زندہ موجود ہیں۔ اگر کوئی صاحب شوکت و عدالت بادشاہ مہربانی کا ہاتھ ان مالکوں کے سر پر رکھے تو وہ لوگ سورج مل کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا، ہندوستان کے غیر مسلموں کا حال تھا۔ رہا مسلمانوں کا حال وہ یہ ہے کہ نوکران بادشاہ جو کہ ایک لاکھ سے زائد تھے، ان میں پیادہ و سوار بھی تھے، اہل نقدی و جاگیردار بھی تھے، بادشاہوں کی غفلت سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ جاگیردار اپنی جاگیروں پر عمل دخل نہیں پاتے۔ کوئی غور نہیں کرتا کہ اس کا باعث بے عملی ہے۔

جب خزانہ بادشاہ نہیں رہا نقدی بھی موقوف ہوگئی۔ آخر کار سب ملازمین تتر بتر ہوگئے اور کاسہ گدائی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطنت کا بجز نام کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ جب ملازمین بادشاہ کا یہ براحال ہوا تو تمام دیگر اشخاص کے حال کو جو کہ وظیفہ خوار یا سوداگر یا اہل صنعت ہیں، انہیں پر قیاس کر لینا چاہیئے کہ کس حد تک خراب ہوگیا ہوگا۔ طرح طرح کے ظلم اور بے روزگاری میں یہ لوگ گرفتار ہیں۔ علاوہ اس تنگی و مفلسی کے جب سورج مل کی قوم نے اور صفدر جنگ نے مل کر دہلی کے پرانے شہر پر دھاوا بولا۔ یہ غریب سب کے سب بے خانماں، پریشان اور بے مایہ ہوگئے۔ پھر متواتر آسمان سے قحط نازل ہوا۔ غرض کہ جماعت مسلمین قابل رحم ہے۔ اس وقت جو عمل و دخل سرکار بادشاہی میں باقی ہے وہ ہنود کے ہاتھ میں ہے کیونکہ متصدی و کارکن سوائے ان کے اور کوئی نہیں ہے۔ ہر قسم کی دولت و ثروت ان کے گھروں میں جمع ہے۔ افلاس و مصیبت کا بادل مسلمانوں پر چھا رہا ہے" (ص ۱۰۳ - ۱۰۵)

شاہ صاحب کے اس خط سے ہیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ نادر شاہ کے ہاتھوں دلی پر کیا بیتی اور اس کے حملے کا نتیجہ کیا نکلا۔ چونکہ شاہ صاحب نے اس خط میں احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی اس لئے انہیں خوف تھا کہ بحکم ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ وکذلک یفعلون،

درانی کا آنا نادر شاہ کا آنا ہو چنانچہ فرماتے ہیں۔

> "خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو کہ وہ مسلمانوں کو زیر و زبر کر گیا اور مرہٹہ اور جٹ کو سالم و غانم چھوڑ کر چلتا بنا۔ نادر شاہ کے بعد سے مخالفین قوت پکڑ گئے اور لشکر اسلام کا شیرازہ بکھر گیا اور سلطنت دہلی بچوں کا کھیل بن گئی" (ص ۱۰۶)

احمد شاہ ابدالی کے نام خط سے شاہ صاحب کی دو خواہشیں معلوم ہوتی ہیں، اوّل یہ کہ احمد شاہ ابدالی ہندوستان آئے اور حالات کی اصلاح و درستگی میں سعی کرے دوسرے یہ کہ دلی پر نادر شاہ کی لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری کی سنت تازہ نہ کی جائے۔

جہاں تک شاہ صاحب کی پہلی خواہش کا تعلق ہے اس کی تعمیل کی گئی لیکن دوسری خواہش پوری نہیں ہوئی۔ اگرچہ وہ پہلے جیسا قتل و غارت گری اور لوٹ کھسوٹ نہیں ہوئی اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے پچھلی یاد بھلادی لیکن دلی کو لوٹا گیا اور ایسا لوٹا گیا کہ الامان والحفیظ۔ شیخ محمد عاشق کے نام ایک خط میں شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

> الحمد للہ کے اس حادثہ عامہ میں عافیت نصیب ہوئی۔ اس محلہ کو معلوم نہیں ہوا کہ مخالف کی فوج آئی تھی یا نہیں، نہ تو لوٹ ڈالنے والوں کی لوٹ سے کوئی اذیت پہنچی اور نہ تاوان و جرمانہ (تعزیری ٹیکس) سے جو حویلیوں پر ڈالا گیا کوئی زیر بار ہوا۔
>
> سابق میں عالمگیر کو جو کچھ دیا گیا تھا کہ اس فتنہ میں تم کو سلامتی حاصل رہے گی، وہ بھی ظہور میں آیا۔ اکثر کی جائدادوں کی سندیں (دستاویزیں) ضبط ہو گئیں مگر میری سند کہ دستخط کر کے مجھ کو واپس کردی گئی

ہے اس وقت احمد شاہ درانی جنگ جاٹ کی طرف متوجہ ہے جو کچھ وقوع میں آئے گا بعد میں لکھا جائے گا۔ اہل شہر اپنے قتل ہونے سے تو محفوظ ہے لیکن دولت کا مادہ فاسدہ، جن لوگوں کے دماغوں میں پیدا ہو گیا تھا اس کا تنقیہ پورے طریقہ پر ہو گیا۔ چنانچہ عزت کی چیز ہے کہ جو لوگ جاہ و حشمت میں جس قدر زیادہ تھے قید، ضرب اور سزا بھگتنے میں بھی وہی آگے آگے رہے۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھنا چاہا وہ محفوظ رہا"۔ (ص ۱۲۹-۱۳۰)

دہلی کی تباہی کے متعلق شاہ صاحب کے دیگر خطوط میں بھی اشارات ملتے ہیں اور اگر ان تمام بیانات کو سامنے رکھا جائے تو دہلی کی تباہی و بربادی کی ایک مکمل تصویر بنائی جا سکتی ہے۔ نجیب الدولہ نے مرہٹوں کی سرکوبی کے لئے کمر ہمت باندھی تو شاہ صاحب نے اس کی ہمت افزائی کی۔ لیکن ساتھ ہی یہ امید ظاہر کی کہ دلی کو حسب سابق ظلم سے پامال نہ ہونے دیا جائے گا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

" پردۂ غیب میں مرہٹہ اور جٹ کا استیصال مقرر ہو گیا ہے۔ بس وقت پر موقوف ہے جونہی کہ اللہ کے بندے کمر ہمت باندھیں گے، طلسم باطل ٹوٹ جائیگا۔

ایک بات اور کہنی ہے وہ یہ کہ جب افواج شاہیہ کا گذر دہلی میں واقع ہو تو اس وقت اہتمام کلی کرنا چاہیئے کہ دہلی سابق کی طرح ظلم سے پامال نہ ہو جائے۔ دہلی والے کئی مرتبہ اپنے مالوں کی لوٹ اور اپنی عزتوں کی توہین اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ اس وجہ سے کار ہائے مطلوبہ کے حصول میں تاخیر ہو رہی ہے۔

آخر مظلوموں کی آہ بھی تو اثر رکھتی ہے۔ اگر اس بار آپ چاہتے ہیں کہ کار بستہ جاری ہو جائے تو پوری تاکید کرنی چاہیئے کہ کوئی فوجی دہلی کے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے جو ذمی کی حیثیت رکھتے ہیں ہرگز

تعارض نہ کرے۔" ص ۱۱۷

نجیب الدولہ کے نام ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک اہم بات یہ ہے کہ مسلمانان ہندوستان نے خواہ وہ دہلی کے ہوں خواہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ کے۔ کئی صدمات دیکھے ہیں۔ اور چند بار لوٹ مار کا شکار ہوئے ہیں۔ چاقو ہڈی تک پہنچ گیا ہے رحم کا مقام ہے۔ خدا کا اور اس کے رسول کا واسطہ دیتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال کے درپے نہ ہوں۔ اگر اس بات کا خیال رکھا تو امید یہ ہے کہ فتوحات کے دروازے پے درپے کھلتے چلے جائیں گے اگر اس امر سے تغافل برتا گیا تو میں ڈرتا ہوں کہ آہ مظلوماں سدراہِ مقصود نہ بن جائے۔" (ص ۱۱۹)

مرہٹے جاٹ اور سکھ عہد شاہ ولی اللہ کے وہ عظیم فتنے تھے جن سے ملکی آبادیاں تاراج ہوگئیں جنہوں نے ملک کے امن وامان کو غارت کیا۔ جن کی لوٹ کھسوٹ سے نہ مسلمان محفوظ تھے نہ ہندو اور نہ دیگر اہل وطن۔ جن کی تلواریں میدان جنگ ہی میں بے نیام نہیں ہوئیں انہوں نے پرامن آبادیوں میں بھی عورتوں، مردوں، بوڑھوں اور بچوں کو بے دریغ قتل کیا۔ جن کی خون آشامیوں کے آگے میدان جنگ کے مسلح سپاہی اور پرامن زندگی شہر میں کوئی فرق نہ تھا۔ انہوں نے سب کو لوٹا، سب کو تباہ کیا۔ ان کے ظلم سے مسلمان ہی چیخ نہیں اٹھے، ملک کی پوری آبادی ان کے ستم کا نشانہ بنی۔ ان کی وحشت وبربریت کے تذکرے تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں ان فتنوں کے علاوہ ہندوستان پر نادرشاہ کا حملہ، دلی کی تباہی احمد شاہ ابدالی کی آمد، امراء کے آپس کے سیاسی اختلافات، غیرمسلموں سے سازشیں اور سیاسی زندگی میں ہر ہر قدم پر مسلم حکومت اور عوام کے مفاد سے امراء اور وزراء کا اعراض اور خودغرضی وغیرہ وہ عظیم واقعات ہیں جن کو تاریخ کا کوئی طالب علم، مورخ، مفکر نظرانداز کرکے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ان واقعات نے ہندوستان کے مسلمانوں کے سیاسی مقام وحیثیت پر بہت گہرا اثر ڈالا اور مغلیہ حکومت کی حیات وبقا کے ہر امکان کو ختم کردیا۔

پیش نظر حصۂ مضمون میں یہ حکایت دہلی مرحوم کے ایک صوفی، عالم اور فلسفی حضرت شاہ ولی اللہ کے الفاظ میں سنانے کا اہتمام کیا ہے۔ شاہ صاحب کی کتابوں سے نہ صرف بڑے بڑے سیاسی واقعات ہی کا پتہ نہیں چلتا بلکہ واقعات وحالات کی تفصیلات وجزئیات تک معلوم کی جا سکتی ہیں اور تاریخ کے تمام سرمایہ سے بے نیاز ہوکر صرف شاہ صاحب کی تحریروں سے ان کے عہد کی سیاسی، مذہبی اخلاقی اور ثقافتی تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے چونکہ ہمارے پیش نظر تفصیلی مطالعہ نہیں ہے اس لئے تفصیلات وجزئیات میں جانا مناسب نہیں سمجھا یہاں ہمارا مقصود اس دور کا سرسری مطالعہ اور فکر و نظر کی ایک راہ کی جانب اشارہ کرنا تھا۔ اور اس کے لئے یہ اجمال کفالت کرتا ہے۔

آئندہ اقساط میں ہم انشاء اللہ حضرت شاہ ولی اللہ کے عہد کے سماجی، اخلاقی اور مذہبی حالات پر روشنی ڈالیں گے۔

المسوّٰی من احادیث الموطا

عربی

حضرت شاہ ولی اللہ کی یہ مشہور کتاب آج سے ۳۴ سال پہلے مکہ مکرمہ میں مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے زیر اہتمام چھپی تھی اس میں جگہ بہ جگہ مولانا مرحوم کے تشریحی حواشی ہیں مولانا نے حضرت شاہ صاحب کے حالات زندگی اور ان کی الموطا کی فارسی شرح المصفّٰی پر مولف امام نے جو مبسوط مقدمہ لکھا تھا اس کتاب کے شروع میں اس کا عربی ترجمہ بھی شامل کردیا گیا ہے۔

ولایتی کپڑے کی نفیس جلد۔ کتاب کے دو حصے ہیں - قیمت ۲۰ روپے